ایمان واعمال کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

A RESEARCH REVIEW OF MOULANA SHABBIR AHMAD USMANI'S ARGUMENTS ABOUT FAITH AND DEEDS

SALEEM ULLAH MASROOR
Ph.D. Scholar in MY University Islamabad
Email: saleemullah.masroor@gmail.com

DR. MUFTI KALEEM ULLAH
lecturer of Islamic Studies in University of Lakki Marwat
Email: kaleem@ulm.edu.pk

Masroor, Saleemullah, Kaleemullah, Mufti

"A RESEARCH REVIEW OF MOULANA SHABBIR AHMAD USMANI'S ARGUMENTS ABOUT FAITH AND DEEDS"
Al-Raheeq International Research Journal Vol 4, Issue. 1 (June 30, 2025). Pg. No: 62-99

Journal	Al-Raheeq International research Journal
Journal homepage	https://alraheeqirj.com
Publisher	Al-Madni Research Centre
License:	Copyright c 2023 NC-SA 4.0 www.alraheeqirj.com
Published online:	2025-06-30
ISSN No:	
Print version:	2959-7005
Online version:	2959-7013

Open Access

CC BY NC SA

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ایمان واعمال کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

A RESEARCH REVIEW OF MOULANA SHABBIR AHMAD USMANI'S ARGUMENTS ABOUT FAITH AND DEEDS

Abstract:

This research review delves into the perspectives of Moulana Shabbir Ahmad Usmani regarding faith and deeds. Moulana Usmani's ideas about the relationship between belief and actions are explored, aiming to provide a clearer understanding in simple terms. By examining his arguments, this review seeks to shed light on how faith and deeds intertwine according to Moulana Usmani's teachings. Through a comprehensive analysis, this review aims to contribute to the broader discourse on faith and actions, offering insights that can be easily grasped by readers.

Keywords: Moulana Shabbir Ahmad Usmani, arguments, faith, deeds, research review.

انسان کی تخلیق دو چیزوں کے مرکب سے ہیں ''جسم اور روح'' جو دوسرے لفظوں میں انسان کے ظاہر اور باطن سے موسوم ہو سکتا ہے، پس انسانی مرکب کے دونوں اجزاء کیلئے رب الانس والجن نے جو غذائیں مرتب کی ہیں، وہ بھی دو قسم پر مبنی ہیں، چنانچہ جو تعلق جسم اور روح کے مابین یعنی انسان کے ظاہر اور باطن کے مابین ہے، وہی تعلق رب کی طرف سے متقین غذاؤں کی بھی ہیں، جو ''ایمان و اعمال '' کہلاتے ہیں، جو دونوں اپنی خاصیت اور تقویت کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ پس ایمان و اعمال دونوں کے مابین جو رشتہ تاثیر ہے یا اُنکے مابین تقدم اور تاخر کے لحاظ سے جو امتزاج پایا جاتا ہے، اُنکے بارے میں فقہاء کرام کے اقوام مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے یہ بات لازم آتا ہے، کہ ہر فقہی اور عالم دین متین کی اس بارے میں مؤقف معلوم کیا جائے، تاکہ قارئین کی اطمینان قلب اور افہام و تفہیم ممکن اور آسان ترین ہو سکے۔

خصوصیات مقالہ درجہ ذیل ہی:

☆ایمان و اعمال کی مکمل لغوی، اصطلاحی اور شرعی مفہوم کو واضح کرنا۔

☆اسلام اور کفر کی وضاحت اور ایمان کیساتھ اُسکی نسبت کو واضح کیا گیا ہے۔

☆ایمان و اعمال کے مابین باہمی ربط اور تعلق بالامثال واضح کرنا۔

☆ایمان و اعمال کے بارے میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کا مؤقف بیان کرنا۔

ایمان کی لغوی تحقیق:

لفظ ایمان کے حروف اصل ء، م، ن ہیں۔ مجرد میں یہ کلمہ تین ابواب میں مستعمل ہے۔ اَمَنَ یاْ مِنِ ءامناً

1۔ باب ضرب یضرب سے—اعتماد کرنا بھروسہ کرنا۔

2. باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے:۔ جیسے اَمِنَ ےاَمَنُ اس کا معنی ہے مطمئن ہونا: سکون سے رہنا، بے خوف ہونا محفوظ رہنا ہے۔ اور یہ خوف کی ضد ہے۔

3۔ باب کَرُمَ یکرمُ کرامۃً سے:۔ اَمُنَ یامن اُمانۃً اس کا معنی ہوتا ہے۔ امانت دار ہونا۔ امین ہونا۔ معتمد علیہ ہونا۔

اس مجرد کو باب افعال پر لائے تو اٰمَنَ یو ٔمِنُ ایماناً ہوا یہ کلمہ ایمان چار طرح استعمال ہوتا ہے۔

بطور فعل لازم:۔اس کی معنی ہیں باامن ہونا جیسے آمنتُ۔

ب۔ بطور متعدی نبفسہ:۔اس وقت اس کے معنی ہونگے امن دینا بے خوف کر دینا جیسے قرآن میں ہے۔واٰ مَنَھم من خوف الفیل

متعدی باالباء: جیسے اٰمن الرسول بما اُنزِل الیہ من رَّبہ والمئو منون ,

امنت باا للہ و ملَئِکتہ وکتبہ ورسلہ۔

متعدی ب لام وب علیٰ: اس کے معنی ہیں مطیع اور تابعدار ہونا جیسے وَما انت بمومن لناَ وَلو کنا صادقین

اَمُنَ (ک) امانۃً امین ہونا۔امانت دار ہونا۔صفت امین جس کی جمع اُمَناء ہے۔

اَمَنہ (ض) امناً کس پر اعتماد بھروسہ کرنا کس پر اعتماد کرنا۔صفت امین۔

اَمِنَ (س) اَمناً، وَ اَمَناً، اماناً، اَمَنَۃً مطمئن ہونا صفت آمِن، امین واَمَنَۃً، جیسے امن الاسد شیر، اسد کا شیر سے بچنا۔اٰمّن آمین کہنا، کسی کو امن واطمینان میں کرنا: اِئتَمن فلاناً علی کذا: کسی کو کسی چیز پر امین بنانا۔آمَنَہ ایماناً امن دینا، مان لینا، خدا تعالیٰ کی وحی پر دل وجان سے ایمان لانا۔

المومن: ماننے والا، تصدیق کرنے والا، خدا تعالیٰ کے احکام پر یقین لانے والا۔المامون: معتمد علیہ شخص، معتبر آدمی۔

المامن: امن کی جگہ۔[1]

الامن والآ مِن، کصاحِب۔ ضد الخو ف، اَمِنَ کفرح، اَمَناً وِاَ ما ناً، بفتحھما، وامَناً و اَمَنَۃً، محرکتین وَاِ مناً، باالکسر فھو اٰمِن و اَمین کفَرِح و امیر

ترجمہ:۔امن (کا لفظ) خوف کی ضد ہے اور لفظ آمن (لفظ) صاحب کی طرح ہے۔لفظ اَمِنَ مثل فرَ ِح کے ہے۔ اَمناً (ھمزہ اور میم) دونوں مفتوح ہوں۔اور لفظ اِمناً کسرہ کے ساتھ ہو تو وہ اَمن اور امین مثل فرح اور امیر کے ہو گا۔

---

[1] نفس مصدر، ص ۲۶۲

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

والا مانة ولا مَنَة ضد الخيانة وَقد اَمِنَه كسمع اَمَّنَه تامينا وِائتَمَنَه وِا ستأ مَنَه.وقد اَمُنَ لكرم فهوامين۔ وَآمَنَ به ايمانا.صَدّقة، ولا يمان:الثقة.و ا ظهار خضوع وَقبول الشريعة۔[2]

ترجمہ:۔(لفظ)الامانۃ والامَنَۃ(لفظ)خیانت کی ضد ہیں اور بے شک(لفظ)اَمِنَۃً مثل تامیناً (باب تفعیل)سے ہے۔ اور "وائتمنہ واستأمنہ(باب افتعال اور استفعال سے ہیں)اور تحقیق لفظ"آمَنَ بہ ایماناً" کے معنی کسی کی تصدیق کرنے کے ہیں اور اسی سے لفظ ایمان ہے جس کے معانی پختہ یقین،عاجزی ظاہر کرنے اور شریعت قبول کرنے کے ہیں۔

ایمان کی اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف: والا يمان فى اللغة التصديق. اى اذعان حكم المخبر و قبوله صادقا

ترجمہ:۔اور ایمان لغت میں تصدیق کرنے کا نام ہے یعنی خبر دینے والے کی(بات کی)تصدیق کرنا،اسکو قبول کرنا اور اس کو سچا ماننا۔

شرعی تعریف: التصديق بما علم مجيئ النبى ﷺ ضرورتاً ، تفصيلاً فِيما علم تفصيلاً و اجمالاً فيما علم اجمالاً وهذا مذهب جمهور المحققين"[3]

اور شریعت کے اندر اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم جو دین لائے اسے پورے طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے شریعت نے جن مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ان کو تفصیلاً ماننا اور جن کو اجمالاً بیان کیا ہے ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔اور یہ جمہور محققین کا مذہب ہے۔

جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے وہ تواتر سے ثابت ہونگی۔تواتر سے ثابت شدہ کسی ایک چیز کا انکار کفر ہے۔

---

[2] نفس مصدر، ص ۲۷۳
[3] نفس مصدر، ص ۳۰۹

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

لغت میں کفر کا معنی ہوتا ہے چھپانا۔الکفر الستر لغۃ۔ لغت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کفر درعہ بثوبہ۔اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپادیا۔اسلئے کفر کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔

اقسام کفر:

الکفر نقیض الایمان و یقال لا هل دار الحرب: قد کفر وا، ای عصو و امتنعوا۔ والکفر: نقیض الشکر، کفر النعمه، ای لم یشکر ها، والکفر اربعة انحاء: کفر الجحو د مع معرفة القلب، و جحدو ابها واستیقنتها انفسهم (النمل : ١٤)وکفر المعاندة: وهو ان یعرف بقلبه و یأبی بلسانه، وکفر نفاق وهو ان یؤ من بلسانه والقلب کافر۔ وکفر الانکار وهو کفر القلب وللسان۔[4]

ترجمہ:۔ایمان کفر کی ضد ہے اور اسلئے اھل دار الحرب کیلئے کہا جاتا ہے کہ "قد کفروا"یعنی انہوں نے نافرمانی کی ہے اور (اطاعت سے)رک گئے اور اس طرح کفر شکر کی بھی ضد آتی ہے یعنی کفران نعمت کرنا،شکر ادا نہ کرنا۔کفر کی چار قسمیں ہیں۔

1۔ **کفرالجحود**:دل سے اقرار(معرفت قلب)اور زبان سے انکار کرنا۔

کفرالجحود کی مثال ابلیس،فرعون،آل فرعون ہیں۔

2۔ **کفرالمعاندہ**: دل اور زبان سے اقرار کرنا۔مگر کسی وجہ سے ایمان واسلام قبول نہ کرنا۔اس کی مثال ہر قل،ابو طالب وغیرہ ہیں۔

مثلاًمدینہ کے منافقین۔

3.کفرالنفاق:زبان سے اقرار دل میں انکار۔

4.کفرالانکار:دل اور زبان دونوں سے انکار کرنا۔ ان کی مثال مکّہ کے مشرکین اور دوسرے عمومی کفار ہیں۔

---

4 حیات امام احمد بن حنبل،سید رئیس احمد جعفری،ملک سنز،تاجران کتب خانہ کارخانہ بازار،فیصل آباد،سن ت ن،ص ۱۴۲

ایمان کیا ہے؟ یعنی بحثِ ایمان:

ایمان کا تعلق "دل "سے ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔حضرات فقہاء، سادات، متکلمین اور دیگر فرقوں کے مابین ایمان کے مصداق، ایمان کی حقیقت اور ایمان کی حیثیت میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔اس اختلاف کی وجہ آیات وروایات کے ظاہری معنی ہیں۔مشہور اختلافی عنوانات درج ذیل ہیں۔

1. ایمان بسیط ہے یا مرکب؟

2. اعمال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں یا نہیں؟

3. ایمان میں کمی وبیشی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

1. ایمان بسیط ہے یا مرکب :

اس کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

1۔بسیط فقط تصدیق:۔امام اعظم ابو حنیفہ، حضرات صاحبین، امام غزالی، اکثر فقہاء اور جمہور محققین ومتکلمین کے نزدیک ایمان بسیط ہے یعنی تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے۔اقرار لسان اسلامی احکامات کے اجراء وتنفیذ کیلئے شرط ہے شطر نہیں یعنی جز نہیں ہے: اس لئے اقرار حقیقت ایمان سے خارج ہے۔

2۔ بسیط فقط معرفت:۔علامہ جہم بن صفوان فرقہ جہمیہ اور اھل تشیع کے نزدیک ایمان بسیط ہے معرفت حق (دل سے حق کو پہچاننے) کا نام ایمان ہے۔تصدیق واقرار ضروری نہیں ہے۔

3۔ بسیط فقط اقرار:۔علامہ محمد بن کرام اور اس کے ہم نوائوں کرامیہ کے ہاں ایمان بسیط ہے فقط اقرار کا نام ایمان ہے۔تصدیق قلبی ضروری نہیں ہے۔

4۔مرکب ثنائی:۔علامہ نعمان اور اس کے متبعین فرقہ مرجیہ کے نزدیک ایمان مرکب ثنائی ہے۔یعنی ایمان تصدیق اور اقرار باللسان سے مرکب ہے۔

5۔مرکب ثلاثی:۔امام مالک،امام شافع،امام احمد۔امام بخاری معتزلہ،خوارج،اور اکثر محدثین کے نزدیک ایمان تین امور سے مرکب ہے۔تصدیق قلبی،اقرار لسانی،اعمال جوارح ان تین کے مجموعے کا نام ایمان ہے۔[5]

ایمان اور اسلام کی بحث

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب ایمان کی بحث کو ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی کی کتاب سے کچھ یوں لکھتے ہیں

"قال الشارح محی الدین النووی "ا ھم ما یذکر فی باب ا ختلاف العلماء فی الایمان والا سلام وعمومھاوخصو صھا وان الایمان یز ید و ینقص ام لا ؟وان الاعمال من الایمان ام لاوَقداکثر العلماء رحمھم اللہ تعالیٰ من المتقدّ مین والمتاَخِّرین القول فی کل ماذکرنا و اناأقتصر علی نقل الاطراف من متفرقات کلامھم یحصل منھا مقصود ماذکرتہ مع زیادات کثیرہ"[6]

ترجمہ:۔سب سے زیادہ اہم بات جو علماء کے اختلاف کے باب میں ذکر کی گئی ہے کہ (کیا) ایمان اور اسلام (ایک چیز ہیں)اور (کیاان میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے؟) کیاایمان بڑھتااور کم ہوتاہے یانہیں؟اور کیااعمال ایمان (کا جز)ہیں یانہیں؟

اس عبارت سے درج ذیل سوالات ابھرتے ہیں۔

1۔ایمان اور اسلام میں کیافرق ہے؟

2۔کیااعمال ایمان کا جزہیں؟

3۔کیاایمان بڑھتاہے یاکم ہوتاہے؟

---

5 نفس مصدر، ص ۱۴۲

6 شیخ محمد ابوزہرہ، مترجم غلام احمد حریری، ص ۲۶۹

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ان سوالات کے جوابات دینے اور مختلف دلائل سے مختلف مکتب فکر کے عقائد کی تردید یا تائید پر بحث کو مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تفصیلاً لکھا ہے کہ اکثر لوگوں نے یہاں اھل سنت والجماعت کے باھم اختلاف کو ہوا دینے کی کوشش کی ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کا باھم اختلاف صرف لفظی ہے۔ حقیقی نہیں ہے۔ لوگوں کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

1۔ کیا اسلام اور ایمان ایک چیز ہے یا نہیں ہے؟

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

الاسلام ہو الایمان او غیرہ [7]

یہ عنوان دیکر شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔

"قال الغزالی : المسئلة الاولیٰ : اختلفوا فی ان الاسلام هوالایمان او غیرہ؟ وان کان غیرہ فهل هو منفصل عنه یو جد دونه، او مر تبط به یلازمه؟ فقیل: انهما شئی واحد، وقیل: انهما شئان لا یتو ا صلان، و قیل: انهما شیئان ولکن یر تبط احد هما بالا خر۔۔۔۔۔۔فی هذا ثلا ثة مباحث، بحث عن موجب اللفظین فی اللغة ، وبحث عن المراد بهمافی اطلاق الشرع، و بحث عن حکمهمافی الدنیا و الآ خرہ والبحث الاول لغوی ، والثانی تفسیری، والثالث فقهی شرعی"[8]

ترجمہ:۔امام غزالی فرماتے ہیں کہ پہلا مسئلہ جس میں اختلاف کیا گیا ہے۔کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہیں یا علیحدہ ہیں؟ اگر وہ (ایک دوسرے کے) علاوہ ہیں تو کیا وہ ایک دوسرے سے جدا ہیں یا ایک دوسرے سے مربوط ہیں؟ پس کہا

[7] عبیداللہ سندھی، افادات وملفوظات، مرتب پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۴۶۶
[8] عبیداللہ سندھیؒ، شعور وآگہی، مکی دارالکتب لاہور، ۱۹۹۵، ص ۱۱۰

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

گیا کہ وہ دونوں ایک چیز ہیں۔اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ دو ایسی چیزیں ہیں جو جدا جدا ہیں جو باھم ملتی نہیں ہیں۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دو چیزیں ہیں مگر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔اس تفصیل میں تین بحثیں ہوتی ہیں۔

1. ایک بحث وہ ہے جو لغت میں دو لفظوں کو واجب کرنے والی ہے۔
2. دوسری بحث سے مراد (یہ) ہے کہ ان پر شرعی اطلاق (کیا) ہے۔
3. تیسری بحث یہ ہے ان دونوں کا کیا حکم ہے یعنی دنیا اور آخرت میں کیا حکم لگایا جائے گا۔

پہلی بحث لغوی ہے دوسری بحث تفسیری ہے اور تیسری بحث فقہی شرعی ہے۔

البحث الاول فی موجب اللغة[9]

ترجمہ:۔زمخشری فرماتے ہیں کہ لفظ ایمان "امن سے (باب) افعال ہے جیسے کہا جاتا ہے "آمنتہ" وآمنتہ غیری" پھر کہا جاتا ہے "آمنہ" جس کی تصدیق کی جائے ہیں۔اور حقیقت "آمنہ" کی، مخالفت ہے تکذیب کی اور یہ حرف با کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔پس اس کو "اقرار" اور "اعتراف" کے معنی میں کر دیتا ہے اور حرف لام کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

أنو من لک و اتبعک الا ر ذلون[10]

پس اس وقت وہ اذعان اور انقیاد کے معنی میں ہو گا۔اور بہر حال جو ابو زید نے (اہل) عرب سے حکایت کیا ہے "ما آمنت ان اجد صحابہ یعنی "ماوثقت" میں یقین نہیں کرتا۔پس حقیقت اس کی یہ ہے کہ میں اس کے ذریعے سے امن والا ہو گیا ہوں یعنی سکون اور اطمینان والا اور بعض شراح نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کے قول کی حقیقت یہ ہے کہ "آمنت" کا معنی سکون اور اطمینان والا ہے پھر یہ معنی وثوق (یقین) کے معنی میں منتقل ہوا۔پھر تصدیق کے معنی میں اور اس میں خفاء نہیں ہے۔کہ یہ لفظ نسبت کے اعتبار سے ان دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔کیونکہ جس نے اس کو تکذیب کی ضد تسلیم کیا۔اس نے اس کا معنی تصدیق کر دیا۔اور جو امن والا (معنی کرنے والا) تھا لازم کی طرف منتقل ہو

[9] عبید اللہ سندھی، حالات وتعلیمات اور سیاسی افکار، المحمود اکیڈمی عزیز مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔سنہ ت ن، ص ۲۹۶
[10] الشعراء: ۱۱۱

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

گیا۔امام غزالی فرماتے ہیں۔کہ اس میں حق بات یہ ہے کہ لفظ ایمان تصدیق سے عبارت ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما انت بمؤمن لنا[11]

یہاں مؤمن کا معنی مصدق کا ہے۔اور لفظ اسلام "تسلیم اور استسلام" سے مفہوم ہے جس کا معنی "الاذعان" اور "الا نقیاد" ہے بمعنی انتہائی درجے کا مطیع اور فرمانبردار ہونا۔اور سرکشی،انکار اور دشمنی کو چھوڑ دینا۔اور تصدیق کا محل خاص ہے اور وہ دل ہے اور زبان اس دل کی ترجمان ہے۔"واما تسلیم" پس یہ لفظ (تسلیم) عام ہے قلب،لسان اور جوارح کو (شامل) ہے اور ہر وہ تصدیق جو دل میں ہو پس وہ تسلیم ہے۔اور انکار اور کفر کا چھوڑنا ہے اور زبان کے ساتھ اعتراف کرنا بھی (ضروری) ہے اور اعضاء جوارح کا مطیع ہونا بھی ضروری ہے۔

لغت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان خاص ہے اور اسلام عام ہے۔اسلئے جو ایمان ہے۔وہ اسلام کے اشرف اجزاء (احکام) کو شامل ہوگا۔پس ہر تصدیق تسلیم ہے۔اور ہر تسلیم تصدیق نہیں ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی[12] الا حبار کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔"قال للا مام سبکی[13] : اشتھر المغایرہ بالعموم والخصوص المطلق فکل ایمان اسلام ولا ینعکس الخ"[14]

علامہ زبیدی امام سبکی کے توسط سے اپنا مسلک بیان کرتے ہیں ایمان اور اسلام ذات کے اعتبار سے متحد ہیں۔لیکن تعریف کے اعتبار سے مختلف گویا کہ ان میں عموم خصوص مطلق ہے۔پس ہر ایمان اسلام ہے اور اور ہر اسلام ایمان نہیں ہے۔پس اس نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ان دونوں کا ظاہر ان کو برابر کرتا ہے اور ایک دوسرے کو معنی کی وجہ سے لازم کرتا ہے۔کیونکہ اسلام ظاہری تابعداری سے موضوع ہے اور ایمان اس کیلئے شرط ہے اور ایمان تصدیق باطن سے موضوع ہے۔جس میں زبان سے اقرار شرط لگائی گئی ہے۔پس ان دونوں کا لازم وملزوم ہونا اور جدا ہونا

---

[11] الیوسف:١٧
[12] نفس مصدر
[13] نفس مصدر
[14] نفس مصدر

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ثابت ہو گیا۔اوور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ہر اسلام ایمان ہے۔اور ہر ایمان اسلام ہے اور اس بات کی نفی بھی نہیں کی جاسکتی کہ یہ دونوں جدا جدا ہیں مگر لازم و ملزوم ہیں اور جب ہم تباین کا معنی کرتے ہیں۔اور ہم ان کو ایک ذات بھی نہیں کہہ سکتے اور اگر ان کو لازم قرار دیا جائے تو یہ اسلام میں (اضافہ ہو گا) یعنی لفظ اسلام کو متعدی بنانا ہو گا۔یعنی وہ کچھ چاہیے گا اور وہ جس کو چاہے گا وہ ایمان ہے کیونکہ ایمان کے بغیر اسلام نہیں ہے۔

مولانا محمد زکریا صاحب تقریرِ بخاری میں لکھتے ہیں "ایمان نام ہے: تصدیق الرسول بما جآء بہ "کا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری) میں لکھتے ہیں۔

والذی یظهر من مجموع الا دله ان لکل منهما حقیقة شرعیه کما ان لکل منهما حقیقت لغوية الخ[15]

وہ جو ظاہر ہوتا ہے تمام دلیلوں کے مجموعہ سے کہ بے شک ان دونوں (اسلام اور ایمان) کیلئے حقیقت شرعی بھی ہے۔جیسا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے حقیقت لغوی ہے لیکن ان میں سے ہر ایک دوسرے کو معنی کی تکمیل کیلئے لازم پکڑنے والا ہے۔پس (ثابت ہوا) کہ عمل کرنے والا مسلمان کامل نہیں ہو گا جب تک (اس کا ایمان) اعتقاد نہیں ہو گا اور اس طرح اعتقاد رکھنے والا کامل مؤمن نہیں ہو گا جب تک (اسلام پر) عمل نہیں کرے گا اس حیثیت سے ایمان کا اطلاق اسلام پر کیا جاتا ہے اور اسلام کا اطلاق ایمان پر کیا جاتا ہے یا اطلاق کیا جائے گا ان میں ایک کا دوسرے پر جب وہ اکھٹے وارد ہونگے پس وہ مجازی معنوں میں ہونگے اور یہ بات سیاق و سباق سے ظاہر ہو گی۔پس جب وہ دونوں (اسلام اور ایمان) اکٹھے وارد ہونگے سوال کرنے کے مقام پر تو دونوں حقیقت پر محمول ہونگے (مجاز پر نہیں) اگر وہ اکٹھے وارد نہ ہوں اور وہ سوال کی جگہ پر وارد نہ ہوں تو ممکن ہے کہ محمول ہوں حقیقت پر یا مجاز پر اور یہ بات قرائن سے معلوم کی جائے گی۔

---

15 نفس مصدر

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

اوران دونوں آخری اقوال کا مرجع موجب لفظی ایمان اور اسلام ہو گا پانچ اطلاق شرعی کے۔اور یہ دوسری بحث ہے ان تینوں بحثوں سے جن کو امام غزالیؒ نے اپنی صدر کلام میں ذکر کیا۔

علامہ آلوسی ایمان کی لغوی اور شرعی تعریف بیان کرتے ہیں "والا یمان فی اللغة التصدیق"کہ ایمان لغت میں فقط تصدیق کا نام ہے۔

شرعی تعریف:۔

التصدیق بماعلم مجیئ النبیﷺ به ضرورة، تفصیلا فیما علم تفصیلاً واجمالاً فیما علم اجمالاً۔[16]

ترجمہ:۔شریعت کے اندر اس سے مراد یہ ہے۔کہ نبی کریم ﷺ جو دین لائے اسے پورے طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے صاحب شریعت نے جن مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ان کو تفصیلاً ماننا اور جن کو اجمالاً بیان کیا ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ علم تواتر سے ثابت ہو گا۔اور تواتر کی چار قسمیں ہیں۔[17]

شرعی بحث:۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ دوسری بحث جو اطلاق شرع سے ہے۔اسکی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔[18]

1.ایمان اور اسلام میں ترادف

2.ایمان اور اسلام میں تفارق

3.ایمان اور اسلام میں تداخل

1۔ایمان اور اسلام میں ترادف:۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں ۔

---

16 نفس مصدر

17 عبیداللہ سندھی، حالات وتعلیمات اور سیاسی افکار، المحمود اکیڈمی، عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور، سنہ ت ن، ص ۲۹۴

18 عبیداللہ سندھیؒ، حالات وتعلیمات وسیاسی افکار، ص ۳۰۰

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

فاخرجنا من کان فیھا من المؤمنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین[19]

اور یہ بات یقینی ہے کہ وہاں صرف ایک گھر مسلم مؤمن تھا اور وہ حضرت لوطؑ کا گھر تھا۔ایک اور جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

یقوم ان کنتم اٰمنتم باالله فعلیه توکلوا ان کنتم مسلمین[20]

اس آیت میں ایمان اور اسلام کو یکجا کر دیا گیا ہے جس سے دونوں کا ھم معنی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

قا ل النبی ﷺ "بنی الاسلام خمس" وفسر رسو ل الله ﷺ الایمان بھذہ الخمس فی حدیث و فد عبد القیس"[21]

ترجمہ:۔آپ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔اور جس کی تفسیر و تشریح رسول اللہ ﷺ نے وفد عبد القیس والی حدیث میں بیان کی ہے۔

حضرات ائمہ ثلاثہ، سادات محدثین، امام بخاری اور خوارج و معتزلہ کے نزدیک ایمان اور اسلام میں ترادف و تساوی کا رشتہ ہے[22]

قلت ھذا محتمل . لیس متعیناً فی حدیث و فد عبد القیس کما سیاتی ان شاء الله تعالیٰ[23]

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب "قلت" فرما کر اس عقیدہ کی نفی فرماتے ہیں۔کہ اس حدیث سے جس کو تفسیر کہا گیا ہے۔ ایمان کا معنی متعین نہیں ہوتا۔گویا کہ علامہ موصوف اس نقطہ نظر سے الگ فکری انداز رکھتے ہیں۔جس کو وہ آگے

---

19 الزاریات : ٣٥،٣٤
20 یونس : ٨٤
21 البخاری، محمد بن اسماعیل بن عبداللہ الجعفی، الجامع الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسنہ وایامہ (صحیح بخاری)، الناشر دار طوق النجاۃ، الطبعہ: الاولیٰ، ١٤٢٢ھ، ٩: ١٦٠، باب قول اللہ تعالیٰ: (واللہ خلقکم وما)(مکتبہ شاملہ)
22 عبدالقوی، مفتاح النجاح، ٢: ٨٤
23 فتح الملھم، ص ٤٠٥

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

بیان بھی کرتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے مراد مؤمن کامل ہے۔ جنہیں تصدیق قلبی کے حصول کے سبب مؤمن اور اعمال صالحہ پر پابندی کے سبب مسلم کہا گیا ہے۔ ولا اشکال فیہ۔

2۔اسلام اور ایمان میں تفارق:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قالت الاعراب أمنا قل لم تؤ منو ا ولکن قولو ا اسلمنا ولما ید خل الا یماں فی قلو بکم۔[24]

اس آیت میں ایمان کی نفی ان کے دلوں سے کی گئی ہے۔ کیونکہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور وہ دل کی تصدیق اور اطمینان ہے یا استحکام تصدیق ہے اور اس کا دلوں میں راسخ ہونا ہے۔ ان کا اسلام تو ثابت ہو گیا کیونکہ انہوں نے زبان سے اقرار کر لیا تھا اور دین کے کچھ اعمال پر عمل بھی ان کے اعضاء جوارح سے ظاہر ہو رہے تھے۔ مگر ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا۔ اور جس کی تشریح مسند احمد میں یوں کی گئی ہے۔ "الا سلام علانیه والا یمان فی القلب" ثم یشیر بیده الی صدره ثلاث مرات قال: ثم یقول "التقویٰ هاهنا، التقویٰ هاهنا"[25]

ترجمہ:۔ اسلام ظاہر ہوتا ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے فرمایا پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سینے (دل) کی طرف تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "تقوی یہاں ہوتا ہے تقویٰ یہاں ہوتا ہے"۔

مؤمن پہ جن چیزوں کے ساتھ ایمام لانا ضروری ہے:۔

حدیث جبرائیل میں جب آپ ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان تؤمن با الله ، وملئکته وکتبه ورسله والیوم الاخر وبا لقدر خیره وشره فقیل: فما الا سلام؟ فا جاب بذکر الخصال الخمس فعبّر با لا سلام عن تسلیم الظاهر با لقول والعمل۔ [26]

---

[24] الحجرات: ١٤

[25] ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الحنبلی، الشیبانی (م ٢٤١)، مسند الامام احمد بن حنبل (الرسالہ)، مؤسسہ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولی ١٤٢١ ھ ٢٠٠١ء۔ ١٩: ٣٧٤، حدیث: ١٢٣٨١، باب مسند انس بن مالک بن انس، (شاملہ)

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ترجمہ: یہ کہ تو ایمان لائے اللہ کے ساتھ اس کے فرشتوں کے ساتھ، اس کی کتابوں کے ساتھ، اس کے رسولوں کے ساتھ، اور یوم آخرت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر۔ اور جب آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں سوال ہوا کہ "فماالاسلام" کہ اسلام کیا ہے تو آپ ﷺ نے پانچ چیزوں کا ذکر کیا۔ اور اسلام کو ظاہری تابعداری کے ساتھ تعبیر فرمایا جو عمل اور قول کے ساتھ خاص ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں اس حدیث جبرائیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اھل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور حدیث جبرائیل میں عام سے خاص کی بات کی گئی ہے۔ اور آخر میں احسان جو اخص ہے اس کی بات کی گئی ہے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ ایمان اسلام سے خاص ہے اور احسان ایمان میں خاص ہے۔[27]

3۔ایمان اور اسلام میں تداخل:

ایمان اور اسلام میں تداخل بھی ہے کیونکہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا،

ای الاعمال افضل؟ فقالُ ایمان با اللہ ورسولہ قیل ثم ما ذا؟قال:جھادفی سبیل اللہ قیل ثم ماذا؟ قال :حج مبرور[28]

اور جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا "ای الاسلام افضل ؟فقال "الایمانً"[29] آپ ﷺ نے سب سے اچھا عمل ایمان کو قرار دیا اور اچھا اسلام بھی ایمان کو قرار دیا اور یہ تداخل کی دلیل ہے۔ اور وہ زیادہ موافق ہے لغت میں استعمالات کیلئے کیونکہ ایمان عمل ہے اعمال سے اور وہ ان میں سب سے افضل ہے اور اسلام وہ ہے جو ماننا ہے باتوں کا، دل کے ساتھ ہو گا یا زبان کے ساتھ ہو گا اور یا پھر جوارح کے ساتھ ہو گا اور افضل اسلام وہ ہے جو دل میں ہو اور وہ تصدیق ہے جس کا نام

26 مسلم بن حجاج ابوالحسن القشیری النیشاپوری (م ۲٦۱)، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ، الناشر: داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، سن اشاعت: ت ن۔ ۱: ۳٦، حدیث: ۸ (شاملہ)

27 ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر القریشی، البصری الدمشقی (م ۷۷٤)، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر): دار طیبہ للنشر والتوزیع، الطبعۃ: الثانیہ، ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹ء۔ ۷: ۳۸۹، تفسیر سورۃ الحجرات: ۱٤ (مکتبہ شاملہ)

28 البخاری، الجامع الصحیح۔ ۲: ۱۳۳، باب فضل الحج المبرور حدیث: ۱۵۱۹ (مکتبہ شاملہ)

29 ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی (م ۲۹٤ھ)، تعظیم قدر الصلوٰۃ۔ ۱: ٤۰۱، باب احادیث وفد عبدالقیس قال ابوعبداللہ، مکتبۃ الدار۔ المدینۃ المنورۃ، الطبعہ: الاولی، ۱٤۰٦ (المکتبۃ الشاملہ)

ایمان ہے۔ایمان اور اسلام کے استعمالات چاہے اختلاف کے راستے سے ہوں یا تداخل کے راستے سے ہوں یا ترادف کے راستے سے ہوں یہ سب کے سب لغت میں تجوز کے راستے سے خارج نہیں ہیں۔[30]

ایمان اور اسلام کی بحث کا خلاصہ:

"الحافظ ابن رجب (حنبلی) فرماتے ہیں إذاافرد کل من الایمان والا سلام بالذکر، فلا فرق بینھما حِینَئِذٍ وان قرن بین الاسمین کان بینھما فرق، والتحقیق فی الفرق بینھما: ان الا یمان ھو تصدیق القلب وا قرارہ و معرفتہ، والا سلام ھو الا ستسلام للہ والخضوع والا نقیادلہ،وذلک یکون بالعمل، وھو الدین کما سمی اللہ تعالیٰ فی کتابہ الا سلام: دیناً و فی حدیث جبرائیل سمی النبیﷺ الا سلام والا یمان والا حسان: دیناً فالا یمان ولاسلام کاسم الفقیر و المسکین اذا اجتمعا افترقا وَا ذا افترقا اجتمعا. فاذا افرد احدھما دخل فی الآخر، واذا قرن بینَھما احتاج کل واحد منھما الی تعریف یخصّہ'. فاذا قرن بین الایمان والا سلام فالمراد بالایمان جنس تصدیق القلب والا سلام جنس العمل"۔[31]

ترجمہ:۔جب اسلام اور ایمان کو الگ الگ ذکر کیا جائے تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔اور اگر ان دونوں اسموں کو ملایا جائے تو ان دونوں کے درمیان فرق ہوتا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے کہ بے شک ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے جس کا اقرار کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے اور اسلام اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنے (کا نام) ہے اور اس کے سامنے عاجزی کرنے اور اس کا مطیع رہنے کا (نام) ہے اور یہ عمل سے ہوگا اور وہ دین ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (بالاسلام دیناً) دین رکھا ہے اور حدیث جبرائیل میں نبی کریمﷺ نے اسلام،

30 فتح الملہم۔۱:۴۰۶

31 فتح الملہم،ص۴۰۶

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ایمان اور احسان کا نام دین رکھا ہے ایمان اور اسلام اسم فقیر اور مسکین کی طرح ہیں۔ جب ان دونوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے تو وہ جدا ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کو جدا کیا جاتا ہے تو وہ اکٹھا کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ایک کو دوسرے سے جدا کیا جائے تو ایک دوسرے میں داخل ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو اکٹھا (بیان) کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک مخصوص تعریف کا محتاج ہوتا ہے پس جب ایمان اور اسلام ملے ہوئے ہوں تو ایمان سے مراد جنس تصدیق قلب ہے اور،

اسلام سے مراد جنس عمل ہے:

مولانا شبیر احمد عثمانی اس کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں۔

قلت: وحینئذٍ فالا یمان کالروح والاسلام بدنه او الایمان الحقیقة والا سلام صورتها، او الایمان هو الاصل ولا سلام فرعه

یہاں ایمان سے مراد روح ہے اور اسلام سے مراد بدن یا ایمان حقیقت (کا نام) ہے اور اسلام اس کی شکل ہے یا ایمان اصل ہے اور اسلام اس کی فرع ہے۔

تیسری بحث الحکم الشرعی الایمان والا سلام:

ہماری تیسری بحث حکم شرعی سے ہے ایمان اور اسلام کے دو حکم ہیں۔ ایک کا تعلق دنیا سے ہے اور دوسرے کا تعلق آخرت سے ہے۔ جس حکم کا تعلق آخرت سے ہے اس سے مراد آگ سے خلاصی ہے اور ہیشگی سے روکنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یخرج من النار من کان فی قلبه مثقال ذرةٍ من الا ایمان"[32]

ترجمہ:۔ وہ لوگ (جہنم یا آگ) سے نکلیں گے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا۔

اور ایمان کے حکم کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایمان کی تعبیر میں فرق کیا گیا تھا۔

---

[32] فتح الملھم، ص ۴۰۷

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

پس بعض ان میں کہتے ہیں کہ ایمان مجرد العقد ہے۔اور بعض ان میں ایسے ہیں جو کہتے ہیں عقد (مرکب) ہے تصدیق قلبی سے اور زبان کے اقرار سے اور بعض ان میں تیسری بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی، زبان کے اقرار اور ارکان اسلام پر عمل کرنے کا نام ہے۔(شبیر احمد عثمانی صاحب)"و نقول" فرماتے ہیں۔

پہلا درجہ:۔ان تینوں کے جمع ہونے کے درمیان کہ اس کا ٹھکانہ جنت ہو گا۔اور یہ ایک درجہ ہے۔ جس میں یہ تینوں باتیں شامل ہیں یہ بات متفق علیہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے اور وہ تین باتیں یہ ہیں۔

1۔ تصدیق قلبی بھی رکھتا ہو۔2۔ زبان سے اقرار بھی کرتا ہو۔3۔ارکان اسلام پر عمل بھی کرتا ہو۔

دوسرا درجہ: دوسرا درجہ یہ ہے۔ کہ اس میں دو باتیں تو مکمل طور پر پائی جائیں اور تیسری بات پوری طرح نہ پائی جائے۔یعنی وہ ایک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جائے یا بہت سارے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو جائے۔

معتزلہ: معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے نکل جائے گا۔اور کفر میں بھی داخل نہیں ہو گا۔ بلکہ۔"اسمہ فاسق" وہ فاسق شمار ہو گا اور وہ دو منزلوں ایمان اور کفر کے درمیان ایک منزل پر ہو گا۔

خوارج: وقالت الخوارج:انہ خرج من الایمان و دخل الکفر فصار مخلدً افی النار کسائرا الکفار

ترجمہ: اور خوارج کہتے ہیں۔ کہ (کبیرہ کا مرتکب)ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائے گا۔اور وہ بھی باقی کفار کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔[33]

اب ہمیں چاہیے کہ وہ بات جو خوارج اور معتزلہ کے موافق نہ ہو۔اس کو پہچاننے کی کوشش کریں کیونکہ یہ دونوں فرقے مرتکب گناہ کبیرہ کے ابدی جہنم میں رہنے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت کا مسلک ان کے خلاف ہے اور اہل سنت حضرات ان کی اس بدعت کے سخت خلاف ہیں۔ کیونکہ صحابہ اور تابعین اور تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ اپنے ایمان کی وجہ سے کبھی نہ کبھی ضرور نکلے گا۔ کیونکہ گناہ کی وجہ سے

---

33 فتح الملہم ص ۴۰۷، ص ۴۰۷

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ایمان سلب نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا ایمان کامل بھی نہیں ہوتا بلکہ ناقص ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ گویا کہ اہل سنت کے نزدیک ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

1. کامل ایمان 2. ناقص ایمان

کامل ایمان والا سیدھا جنت میں جائے گا اور ناقص ایمان والا اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

العمل جز ء من الایمان ام لا؟'وقد اختلفو افی حکمه فقال ابو طالب مکی"العمل با الجوارح من الایمان ولا یتم دونه الخ'[34]

اور تحقیق اس کے حکم میں اختلاف کیا گیا ہے۔ پس ابو طالب مکی نے کہا ہے۔ جوارح کے اعمال ایمان سے ہیں اور ایمان ان کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ اور اس پر اجماع وارد ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ اور ایسے دلائل سے استدلال کیا ہے۔ جو اس کی بات کی تردید کرتے ہیں۔ اس نے جن آیات قرآینہ سے استدلال کیا ہے۔ وہ یہ ہے ان الذین آمنوا وعملوا الطلحتِ[35]

حالانکہ اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایمان اور اعمال الگ الگ ہیں۔ یعنی ایمان الگ ہے۔۔ اور اعمال الگ ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔ کہ

لا یکفر احد الا بعد جحود ما اقر به

ترجمہ:۔ کوئی بندہ کافر نہیں ہو گا جب تک اس بات کا انکار نہ کر دے جس کا اس نے اقرار کیا ہے"۔ اور اس وجہ سے معتزلہ کے عقیدے کا انکار کیا جاتا ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا وہ لیکن جب اس (معتزلی) سے یہ کہا جائے کہ ایک بندہ ہے۔ جس نے دل کے ساتھ تصدیق کی، زبان کے ساتھ اقرار کیا اور مر گیا تو کیا وہ جنت میں جائے گا؟ تو وہ کہتا ہے۔ کہ جنت میں جائے گا۔ حالانکہ اس میں ایمان پایا گیا ہے عمل نہیں پایا گیا اور اگر وہی آدمی کچھ عرصہ زندہ رہا اور اس پر نماز کا وقت گزر گیا۔ پس نماز اس نے چھوڑ دی اور مر گیا یا زنا کیا اور مر گیا۔ پس کیا وہ ہمیشہ

34 فتح الملھم، ص ٤٠٧
35 البقرہ: ٢٧٧

آگ (جہنم) میں رہے گا؟ پس اگر اس نے کہا کہ "نعم" جی ہاں۔ تو وہ کہنے والا معتزلی ہو گا اور اگر اس نے کہا نہیں بلکہ وہ پہلے یا بعد میں جنت میں ضرور داخل ہو گا۔ (یعنی گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل کر جنت میں داخل کیا جائے گا اس سے مراد اہل سنت ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ابو ذر کی حدیث میں وارد ہوا ہے "وان زنی وان سرق" ترجمہ:۔ اگرچہ زنا کرے یا چوری کرے پھر بھی جنت میں داخل ہو گا) جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے

لا یدخل الجنة اِلا المؤمنون، والا نفس مسلمة"[36]

ترجمہ: جنت میں مسلمین یا مومنین کے سواء کوئی نہیں جائے گا۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ عمل نفس ایمان کا رکن نہیں ہے۔ اور اس (ایمان) کے وجود کیلئے شرط نہیں ہے۔ اور نہ ہی (صرف) اعمال کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو گا۔ (بلکہ ایمان شرط ہے جنت میں داخل ہونے کیلئے)

اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اگر وہ طویل مدت زندہ رہا اور اس نے نہ نماز پڑھی اور نہ ہی شرعی احکام پر عمل کیا۔ تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ وہ (معتزلہ) کہتے ہیں کہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ہم کہتے ہیں (اہل سنت والجماعت) کہ ہمیں واضح کر کے بتائیں کہ وہ طاعت کی کیا مقدار ہے؟ جس کے چھوڑنے سے ایمان باطل ہو جائے گا۔ اور کبیرہ گناہوں کی کیا مقدار ہے؟ جس کے کرنے سے ایمان باطل ہو جائے گا تو یہ بات ممکن نظر نہیں آتی کہ اس کی مقدار کا تعین کیا جا سکے۔

اعمال کے ایمان میں داخل نہ ہونے کے دلائل:

1۔ لغت کے اعتبار سے:

ان الخطاب الذی توجه علینا ـــــ باقی علی معنی التصدیق منها[37]

36 مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل، الی رسول اللہ ﷺ۔ ۱:۱۰٤ (شاملہ)
37 فتح الملہم، ص ٤٠٨

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

بے شک جو خطاب لفظ "آمنو باللہ" کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوا ہے (یہ خطاب) بے شک عربی زبان میں ہے اور اہل عرب عربی لفظ ایمان کو تصدیق کے علاوہ دوسرے معانی میں نہیں پہچانتے تھے اور نقل سے تصدیق کے معنی ثابت نہیں اگر نقل تواتر سے (کسی لفظ کا معنی) ثابت ہو جائے تو وہی معنی مراد لیا جائے گا اور اگر نقل سے کوئی معنی متعین نہ کیا جائے تو لغوی معنی کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ (لفظ ایمان کا معنی) تصدیق ہے۔

2۔دل محل ایمان ہے:

بہت ساری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ایمان کا محل "قلب" ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

اولئکِ کتب فی قلوبھم الایمان[38]

ترجمہ:۔ان لوگوں (صحابہ کرام) کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

من الذین قالو آمنا بافواھھم ولم تومن قلوبھم[39]

ترجمہ:۔ بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے جو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا تھا جب اس نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جس نے کلمہ پڑھا تھا۔اور حضرت اسامہ نے عذر پیش کیا تھا کہ اس نے دل سے نہیں پڑھا تھا بلکہ ڈر کی وجہ سے پڑھا تھا آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا:

ھل شققت عن قلبه[40]

ترجمہ:۔کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

ان تینوں نصوص سے ایمان کا محل دل معلوم ہوتا ہے۔

---

38 المجادلہ ۲۲
39 المائدہ: ٤١
40 فتح الملہم، ص ٤٠٨

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

فأن قلت: لا یلزم من کون محل الایمان هو القلب کون الایمان عن التصدیق لجوازہ کو نہ عبارۃ عن المعرفة، کما ذهب الیه جهم بن صفوان[41]

ترجمہ:۔پس اگر تو کہے کہ یہ بات لازم نہیں ہے کہ ایمان کا محل قلب ہونا اور اس کا تصدیق سے تعبیر ہونا۔ ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ وہ معرفت سے عبارۃ ہے جیسا کہ جہم بن صفوان نے کہا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

قلت---میں کہتا ہوں کہ (یہاں) معرفت مراد لینا دو وجہوں سے ٹھیک نہیں ہے۔

1۔" آمنوا باللہ "عربی لغت میں تصدیق کیلئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ معرفت کیلئے۔

2۔دوسری بات یہ بھی کہ اہل کتاب آپ ﷺ کی نبوت کو اور فرعون اور آل فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو پہنچانتے تھے۔ لیکن ان دونوں کو مومن نہیں کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے تصدیق نہیں کی ہے۔

3۔ایمان اور کفر ضد ہیں:

ان الکفر ضد الایمان۔۔لان ضد التکذیب التصدیق[42]

بے شک کفر ایمان کی ضد ہے۔اسلئے اس کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فمن یکفر با الطاغوت و یومن با اللہ[43]

ترجمہ:۔پس جو بندہ طاغوت کا کفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا۔

کفر تکذیب اور جحود کا نام ہے۔ اور وہ دونوں دل میں ہوتے ہیں۔ پس جو ان کی ضد ہو گا وہ بھی دل میں ہو گا۔ جب دونوں محلوں میں تغایر نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایمان فعل قلب ہے اور بے شک وہ تصدیق سے مفہوم ہے کیونکہ ضد تکذیب کی تصدیق ہے۔

---

41 فتح الملهم، ص ٤٠٨
42 فتح الملهم، ص ٤٠٨
43 البقرہ: ٢٥٦

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

4۔اعمال کا عطف ایمان پر ہونا:۔

انہ عطف العمل الصالح"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ[44]

وَمنھا:اور اس میں سے ہے۔کہ اعمال صالح کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔جو مغایرت کا تقاضہ کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتاہے ان الذین اٰمنو وعملو ا الصٰلحت کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلا [45]

ترجمہ:۔بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے جنت الفردوس (باغات کی ٹھنڈی چھائیں) ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان الذین یؤمنون با لغیب [46] اور انما یعمر مساجد الله[47]

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتاہے کہ ایمان الگ ہے۔اور عمل صالح الگ ہیں۔ عمل صالح ایمان کا جز نہیں ہیں۔

5۔ عمل کا اپنی ضد کے ساتھ اکٹھا ہونا محال ہے:

مقارنة بضد العمل ۔۔۔۔۔الخ[48]

ومنھااور اس طرح عمل صالح کا اپنی ضد کے ساتھ اکٹھا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا[49]

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے ہے کہ کسی چیز کی ضد کا اس کے ساتھ ملانا ٹھیک نہیں ہے۔اور اس پر امام بخاری نے اپنی کتاب "الجامع الصیح"میں باب باندھا ہے: وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فسما هما المومنين [50]

---

[44] ایضاً،ص ٤٠٩
[45] الكهف: ١٠٧
[46] البقره: ٢
[47] التوبہ: ١٨
[48] ایضاً،ص:٤٠٩
[49] الحجرات:۔9
[50] البخاری۔١:١٥،(مکتبہ شاملہ)

امام بخاری نے یہ باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ کبیرہ کا مرتکب "مؤمن" ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجرات کی اس آیت میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کا ذکر کیا کہ اگر وہ لڑپڑیں یقینی بات ہے۔ کہ ان دو جماعتوں میں سے ایک غلطی پر ہو گی اور مسلمانوں کے خلاف لڑنا اور قتال کرنا حرام ہے اور جو لڑے گا تو وہ گناہ گار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ باوجود ان کے گناہ گار ہونے کے ان کو مومن کہتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کبیرہ کا مرتکب مؤمن ہے کافر نہیں ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الذین اٰمنو ولم یلبسو ایمانھم بظلمٍ [51]

یعنی وہ ایمان والے اپنے ایمان کو حرام چیزوں سے نہیں ملاتے۔ اگر طاعت ایمان میں داخل ہوتی تو ظلم کے ملنے سے ایمان کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ کسی چیز کی جزاس سے نفی کرنے والی ہوتی ہے ورنہ اجتماع ضدین ہو جائے گا جو محال ہے۔

6۔ شرطیت الایمان لقبولیت الاعمال:

عمل کی صحت کیلئے ایمان شرط ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

1۔ واصلحو ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین [52]

2۔ ومن یعمل من الصّٰلحٰت وھو مؤمن [53]

3۔ ومن یاٴتہ مؤمناً قد عمل الصّٰلحٰت [54]

ان تینوں آیتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اعمال صالحہ کی قبولیت کیلئے شرط ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں لفظ "آمنوا" سے خطاب کرنا اور پھر عمل کی دعوت دینا۔ قرآن مجید میں جہاں اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا ذکر ہے تو ان کو لفظ "آمنوا" سے مخاطب کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اعمال کیلئے ایمان شرط ہے۔ کیونکہ جس کے اندر ایمان نہیں تو وہ اعمال کا مکلف ہی نہیں ہے۔ اعمال کا کرنا اور نہ کرنا اس کیلئے برابر ہے۔

---

[51] الانعام: ۸۲
[52] الانفال: ۱
[53] طٰہ: ۱۱۲
[54] طٰہ: ۷۵

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

اوراس طرح آپ ﷺ نے حدیث جبرائیل میں ایمان کو چند چیزوں کی تصدیق کے ساتھ مقید کیا ہے۔اس حدیث میں ایمان کے ساتھ اعمال کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال ایمان کا جزو نہیں ہیں۔

7۔ حکم التوبہ عند الایمان :

اوراسی طرح اللہ تعالیٰ کا مؤمنوں کو توبہ کرنے کا حکم ہے۔

یٰا یہا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ النصوحاً[55]

وَتوبوا الی اللہِ جمیعاً ایہ المؤمنون[56]

ان آیتوں میں مؤمنین کو توبہ کرنے کا حکم ہے۔اور یقینا توبہ گناہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو گویا کہ گناہوں کے ساتھ مومن مومن ہی رہتا ہے۔کافر نہیں ہوتا۔کیونکہ قانون یہ ہے۔

الشئی لا یجتمع مع ضد جز ئہ کہ کوئی چیز اپنی جز کی ضد کے ساتھ اکٹھی نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک عجمی باندی کو لیکر حضور ﷺ کے پاس آیا۔اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اگر میرے اوپر ایک مؤمنہ باندی کو آزاد کرنا ہو تو میں کیا کروں ۔ آپ ﷺ نے اس باندی سے فرمایا "این اللہ ؟" اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اپنی شہادت کی انگلی اٹھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا "من اَنا" میں کون ہوں؟ تو اس نے اپنی شہادت کی انگلی کا اشارہ آپ ﷺ کی طرف کیا اور پھر آسمان کی طرف کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا "اَعتقھا" اس کو آزاد کردے کیونکہ یہ مومنہ ہے۔[57]

اس حدیث میں بھی صرف اور صرف تصدیق کی وجہ سے اس کو مؤمنہ کہا گیا۔اور اعمال کو ایمان کا جز نہیں کہا گیا ہے۔

طاعت شرط ایمان ہے یا جزء ایمان ؟:

---

55 التحریم: ۸

56 النور: ۳۱

57 الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، ابو القاسم الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، البطعہ ثانیہ، ت۔ن، ۲۲:۱۱۶ (الشاملہ)

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

اس میں اختلاف ہے کہ یہ انقیاد قلبی واستسلام باطنی یاالتزام طاعت ایمان کے لئے شرط ہے یاشطر (جز)۔بعض کہتے ہیں کہ جیساکہ تصدیق ایک جزوہے اسی طرح یہ انقیادوالتزام بھی مستقل ایک جُز ہےاور بعض کہتے ہیں کہ شرط ہے بہر حال جو بھی کہاجائے اتنی بات ضرور خیال میں رکھنی چاہیئے کہ نفس انقیادوالتزام یہ تو تحقق ایمان کے لئے ضروری ہے اور اسی انقیادوالتزام کے مطابق عمل کرتے رہنایہ دوسری چیز ہے، نفس ایمان کے تحقق کے لئے اس کی ویسی ضرورت نہیں ہے کہ مقتضی کے خلاف اگر کوئی عمل سرزد ہویا کسی معصیت کاارتکاب کرلیاتوایمان کا سلب ہوجانا لازم آجائے۔ہاں سزاکا مستحق ضرور ہوگا۔ان دونوں میں فرق ایساہی ہے جیساکہ باغی اور مجرم میں فرق ہے۔

اقرار باللّسان شرط الایمان ام لا؟ :

اگر کوئی شخص بوجہ عجز کے اس پر قادرنہ ہو مثلاًاس وجہ سے کہ اس پر جبر ہے یااس وجہ سے کہ اخرس (گونگا) ہے یا اس وجہ سے کہ اس کوفرصت ہی نہیں ملی۔تصدیق کے بعد فوراًموت آگئی ان صورتوں میں اقرار باللّسان ساقط ہے۔ بغیر اقرار ہی کے وہ بالکل بالاتفاق کامل الایمان ہے اور جو شخص بلاعذراصرار کرنے پر اقرارنہ کرے اور مطالبہ کرنے پر بھی اقرارنہ کرے وہ بالاتفاق کافر ہے یہ دونوں صورتیں اتفاقی ہیں اختلاف اس میں ہے کہ جس کو کوئی عذرمانع نہ تھااور کسی نے کبھی اس سے مطالبہ بھی نہیں کیایوں ہی تمام عمر بلااقرار کے رہ گیااس کا کیا حکم ہے۔

اقرار باللّسان اور متکلمین:

متکلمین کامَسلک یہ ہے کہ اقرار باللّسان ایمان کارکن اور جزونہیں ہے بلکہ اجِراءِاحکام دنیوی کے لئے شرط ہے۔اور صورتِ اصرار میں یعنی مطالبہ کے وقت بھی اگراقرارنہ کرے تواس وجہ سے کافرہے کہ یہ اصراراس کی عدم تصدیق پردلالت کرتاہےاس وجہ سے نہیں کہ اقرارفی نفسہ جزورکن ایمان ہے۔[58]

[58] عثمانی،شبیراحمد،فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری،ایڈیشن:اول،١٤شوال المکرم ١٣٩٣ـ١٠نومبر ١٩٧٣ـ١:٢٤٥

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

اقرار باللّسان اور فقہاء: فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اقرار باللّسان مستقل ایک جزواور رکن ہے ایمان کا مگر رکن زائد ہے کہ بوجہ عجزواکراہ وعدم فرصت کے ساقط ہو جاتا ہے۔امام ابو حنیفہ سے دونوں روایتیں ہیں،ایک روایت تو مثل متکلمین کے ہے۔جیسا کہ حافظ الدین النسفی سے ہے کہ

"اَنَّه' هُوَ الْمرْ وِی عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ"دوسری روایت مثل فقہاء کے ہے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں صراحت کی ہے کہ "اَنَّه' هُوَ الْمَحْكِیُّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ"اور طحاوی نے امام ابو حنیفہ سے ایمان کی جو تعریف نقل کی ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہے اتنی بات بھی یہاں خیال میں رکھنی چاہیئے کہ اگراقرار محض اجراءاحکام دینوی کے لئے شرط ہو تو اس اقرار سے مراد عام طور پر اقرار کرنا،حتّٰی کہ قاضی وحاکم کو اطلاع ہو جائے،فقط خود بخود تن تنہا زبان پر اجراء کر لینے سے کافی نہ ہوگا ورنہ احکام کیونکر جاری کئے جائیں گے۔اور اگر مستقل طور پر ایمان کا ایک جزو رکن ہو تو عام طور پر اعلان کرنا ضروری نہ ہوگا۔تن تنہا اپنی زبان پر اس کا اجراء کافی ہوگا۔جن لوگوں نے اقرار کو جزواور رکن قرار نہیں دیا وہ بظاہر اس حدیث سے استدلال کر سکتے ہیں۔جس میں آیا ہے۔

فَمَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِه مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَخْرِجهُ مِنْهَا[59]

جس سے معلوم ہوا کہ ایمان قلب ہی میں ہوتا ہے زبان سے اس کا تعلق نہیں ہے

اَلْمَذَاهِبُ فِیْ حَقِیْقَةِ الْاِیْمَانِ

جہمیہ:جو جہم بن صفوان کے متبع ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط معرفت قلبی کا نام ہے،خواہ وہ معرفت اختیاری ہو یا اضطراری،حتّٰی کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس کو یہ معرفت اختیاراً یااضطراراً جس طرح بھی حاصل ہو اس کے بعد قول وعمل جو بھی کرتا رہے جب تک یہ معرفت باقی ہے وہ شخص مومن کامل الایمان ہے"وَاِیْمَانُه' كَاِیْمَانِ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدّ یْقِیْنَ ہے۔یہ مذہب تو بالکل بدیہی البطلان ہے۔یہ معرفت تو کفار اہل کتاب کو بھی حاصل تھی حتّٰی کہ فرعون کو بھی تھی اور ہرقل کے بارے میں تو کہنا ہی کیا حالانکہ اس کا کفر منصوص ہے۔

---

59 فضل الباری،ص:244

کرّامیہ: فتح الکاف و تشدیدُ لرّاء یا بکسر الکاف مع خفۃ الرّء

جو محمد بن کرام کے متبع ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ایمان فقط اقرار باللّسان کا نام ہے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

مجھے ہمیشہ یہ بات کھٹکتی تھی کہ یہ لوگ ایسے اندھے کیوں کر ہوگئے کہ تصدیق و عمل سب کو چھوڑ کر محض اقرار کو ایمان کہہ دیا حالانکہ منافقین میں اقرار پایاجاتا تھا۔ بلکہ وہ تو اعمال بھی کرتے تھے، باوجود اس کے کہ منافقین کا کفر وعدم ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ بعد میں جب ان کے مذہب کی تصریح دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ دنیوی احکام میں ایمان کی حقیقت محض اقرار ہے۔ یعنی جس میں اقرار پایاجائے گا ہم اس پر مومن کے احکام جاری کریں گے۔ اب اگر اس اقرار کے مطابق دل میں بھی اس کی تصدیق ہے تو اس کا ایمان آخرت میں بھی معتبر ہوگا اور اگر دل میں تصدیق نہیں محض زبانی اقرار ہے تو دنیوی احکام میں ایمان ہی کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ آخرت میں "فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" ہوگا جیسا کہ منافقین، اس تشریح کے بعد اہل حق کے ساتھ کوئی زیادہ اختلاف باقی نہ رہا۔ ثمرہ وہی ہے جو اہل حق کہتے ہیں۔

مرجئہ: کہتے ہیں کہ فقط تصدیق اختیاری اور اقرار باللّسان کا نام ایمان ہے، سئیات ومعاصی ایمان کے ساتھ ذرا بھی مضر نہیں، تو انہوں نے نہ جہمیہ کی طرح معرفت اضطراریہ کو ایمان کہا اور نہ کرامیہ کی طرح محض اقرار کو ایمان کہا۔ مگر انہوں نے اعمال کو ایسا گرایا کہ تصدیق واقرار حاصل ہونے کے بعد اگر وہ شخص تمام عمر مناہی وکبائر ومعصیات میں مستغرق رہے، یہ چیز اس کے لئے ذرا بھی مضر نہیں ہوگی اور ان سیئات کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا جس طرح کہ ایک کافر عمر بھر کے تمام حسنات کر لینے سے بھی ایک لمحہ کے لئے جنت میں نہیں داخل ہو سکتا۔ بالاتفاق جنت اس پر حرام ہے اسی طرح گناہوں میں غرق ہونے والے مومن پر بھی دوزخ بالکل حرام ہے۔ جیسا کفر کے ساتھ کوئی طاعت فائدہ مند نہیں۔ ایسا ہی ایمان کے ساتھ کوئی معیصت نقصان دہ نہیں۔ البتہ میری (مولانا شبیر احمد عثمانی) رائے یہ ہے کہ یہ لوگ شاید اتنی بات کہتے ہوں گے کہ نیک یا بُرے اعمال کی وجہ سے جنت ہی کے اندر مراتب مختلف ہوں گے جو نیکوکار ہوں گے وہ اپنے تفاوت حسنات کے اعتبار سے جنت کے

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

بڑے بڑے مراتب میں ہوں گے اور بدکار گھٹیا مراتب میں رہیں گے، اگر اتنا تفاوت بھی نہ مانیں تو ان کا کلام عقل کے بالکل ہی خلاف ہے کیونکہ عمل کا اگر کسی درجے میں ذرا بھی اثر نہ ہو تو اس قسم کے اہتمام وانتظام اور انبیاء وکتب سماوی کی کیا ضرورت تھی جن کے ذریعہ اعمال واحکام کی اتنی تفصیل کی گئی ہے سب فضول تھا نہ حسنات کچھ نافع نہ سیئات کچھ مضر، یہ تو ادنی عقل والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔[60]

معتزلہ وخوارج: مرجیئہ کے مقابلہ میں معتزلہ وخوارج، یہ کہتے ہیں کہ اعمال بھی ایمان کا جزو رکن ہیں۔ ایسا جزو رکن کہ اگر کبھی اتفاقاً کسی فرض کو چھوڑ دیا یا کسی حرام کا ارتکاب کر لیا تو وہ مؤمن نہیں رہے گا ایمان سے بالکل خارج ہو جائے گا۔ بعض معتزلہ تو احکام وممنوعات کو عام لیتے ہیں حتیٰ کہ مستحبات ومکروہات کو بھی شامل کرتے ہیں۔ لیکن یہ قول بہت ہی بعید ہے۔ کذافی شرح المقاصد ۔ پھر معتزلہ وخوارج میں اختلاف ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ مومن تو نہیں رہے گا، کافر بھی نہیں ہوگا اس کو فاسق کہا جائے گا مگر ان کا فاسق کہنا باعتبار اصطلاح عرف وشریعت کے نہیں بلکہ وہ اس کو منزلۃ بین المنزلتین کہتے ہیں۔ یعنی نہ مومن نہ کافر (یعنی دینوی احکام میں اور لفظ کے اطلاق میں) لیکن آخرت میں یہ بھی کافر ومشرک کی طرح مخلد فی النار ہوگا اور شریعت میں فاسق مؤمن ہوتا ہے، آخرت میں مخلد فی النار نہیں ہوگا۔ ابتداء ہی یا جرم کے مطابق سزا بھگت کر جنتی ہو جائے گا۔ خوارج کا مذہب ہمارے علماء کی تصانیف ونقول سے لیا گیا ہے، آج تک خود خوارج کی تصنیف کردہ کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ اور حافظ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر شخص نے بھی تصریح کی ہے کہ میں نے بھی نہیں دیکھی معتزلہ وخوارج دونوں کے نزدیک مرتکب کبیرہ آخرت میں مخلد فی النار ہے۔ تھوڑا سا اختلاف بطور اختلاف لفظی کے لفظ کافر کے اطلاق کرنے میں ہے۔ فرقہ مرجئہ بالکل ڈھیلا ہے، معصیات کو بالکل ہی مضر نہیں کہتا، اور معتزلہ وخوارج بہت ہی متشدد ہیں۔ اعمال کو ایسا جزو قرار دیتے ہیں کہ ایک عمل بھی اگر فوت ہو گیا تو ایمان سے خارج ہو گیا جیسا کہ تصدیق نہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہ دونوں گروہ علی طرفی النقیض ہیں یعنی دونوں میں افراط وتفریط ہے ان کے بین بین اہل سنت والجماعت ہے، ان میں تھوڑا سا اختلاف

[60] ایضاً، ص: ۲٤٦۔

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ہے مگر سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ خوارج و معتزلہ و مرجیئہ تینوں فرقے بالکل باطل پر ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں کوئی بھی ان فرقوں میں سے کسی فرقہ کو حق پر نہیں کہتا۔[61]

اہل سنت: اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ اور عقیدہ وہ ہے جو ابن تیمیہ نے بیان کیا جب تک تصدیق واقرار موجود ہو بشرطیکہ کوئی عمل ایسا صادر نہ ہو جو تصدیق کے فوت ہونے پر دلالت کرے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا والقاء المصحف فی القاذورات (قرآن مجید کو گندگی میں پھینکنا) وسب النبی ﷺ (نبی کریم ﷺ کو گالیاں بکنا) وغیرہ ان جیسے عمل کے ارتکاب سے اہلسنت کے نزدیک بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ عمل سے کافر ہوتا ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ وجداناً و عرفاً اس قسم کے اعمال تصدیق نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو ان اعمال کے ارتکاب کی صورت میں تصدیق کے فقدان کی وجہ سے کافر ہو گا امام احمد بن حنبل نماز چھوڑنے کو بھی ان اعمال سے شمار کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ ایمان سے نکل جاتا ہے، اگر توبہ نہ کرے تو مرتد ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے کیونکہ ان کے نزدیک نماز کا ترک تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے جیسے کہ بُت کو سجدہ کرنا۔ ہر شخص بالبداہت جانتا ہے کہ معصیت و گناہ کبیرہ عرفاً تصدیق کے فوت ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ ایک بدیہی بات ہے، مثلاً ایک شخص اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے بایں طور کہ کسی کام میں باپ کے حکم کے خلاف کر لیا۔ اور ایک شخص اپنے باپ کی نافرمانی کرتا ہے بایں طور کہ باپ کو جوتے سے مارتا ہے، دونوں فعل نافرمانی و عصیان کے ہیں مگر ہر شخص یہاں سمجھ سکتا ہے کہ پہلا فعل عصیان ہونے کے باوجود ہر گز اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کے دل میں والد کی کوئی عظمت نہیں، بخلاف دوسرے فعل کے ہر نادان سے نادان بھی یہاں کہے گا کہ اس کے دل میں والد کی کوئی عظمت نہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی عظمت کا دعویٰ کرے تو پاگل سمجھا جاتا ہے تو جس طرح بداھۃً یہاں ہر عصیان عظمت کے ختم ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح ہر معصیت و گناہ کبیرہ بھی تصدیق کے فوت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اس بات کا انکار محض مکابرۃ اور ہدایت و وجدان کا کرتا ہے، یا فہم و تدبر۔ اہل سنت یہ بھی نہیں کہتے کہ کوئی معصیت معاف نہ ہوئی تو

---

61 ایضاً، ص ۲٤٦

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

سزائے جہنم کا مستحق ہے۔ مگر ابدی سزا نہیں ہوگی۔ جرم کے مطابق ایک مدت تک سزا بھگت کر آخر جنت میں ضرور جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ معصیت کی وجہ سے دخول جہنم تو ہوگا مگر خلود (دوام) نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مسلکِ اہل سنت نہ معتزلہ و خوارج سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ ہی مرجئہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ هٰذا هُوَا الصِراطُ الْمُسْتَقِيمُ۔[62]

یہاں تک تو جملہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے۔ اور اصل عقیدہ و مسئلہ سب کے نزدیک یہی ہے۔ آئندہ چل کر تعبیر کے اندر کچھ اختلاف ہے، بعض کی تعبیر قریب ہے خوارج کے، یعنی بظاہر ان کے الفاظ ان کے مشابہ ہیں اور بعض کی تعبیر قریب ہے مرجئہ کے، اور بظاہر لفظی تشابہ ہے، چنانچہ محدثین کہتے ہیں "الا يْمَانُ قَوْلُ وَّ عَمَلُ"یا" الا يْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِا لْقَلْبِ وَاِ قْرَا رُ بِا لِلّسانِ وَعَمَلُ بِا لْاَ رکَانِ"تو جب ایمان کو ان تینوں چیزوں سے مرکب مانا تو بظاہر یہ خوارج و معتزلہ کے قول کے مانند معلوم ہوا، مگر حقیقت و مراد میں فرق ہے کیونکہ اس تعریف کے ساتھ ساتھ محدثین تصریح کرتے ہیں کہ عمل تصدیق کی طرح ایسا جزو نہیں کہ اس کا تارک کافر یا خارج عن الایمان ہو جائے، اسی طرح حنفیہ خصوصاً امام ابو حنیفہ اور ان کے شیخ حماد اور اکثر متکلمین خواہ اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ، یہ لوگ ایمان کی تعبیر تصدیق و اقرار سے کرتے ہیں، اور عمل کو ایمان کا جز نہیں کہتے، بظاہر ان کا قول مرجئہ کے قول کے مشابہ معلوم ہوتا ہے مگر دونوں کی مراد میں بہت فرق ہے۔ مرجئہ تو معاصی کو ذرا بھی مضر نہیں کہتے۔ تمام کبائر کے مرتکب کو ایک لمحہ کے لئے سزائے جہنم کا مستحق نہیں سمجھتے بخلاف حنفیہ و غیرہ اہلِ حق کے کہ وہ مرتکب معاصی کو مستحق دخول نار سمجھتے ہیں، ہاں خلود کے قائل نہیں ہیں۔ اس تقریر سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اصل اور حقیقی اختلاف اہل حق اور اہل باطل کے درمیان ہے اہل سنت والجماعت کے اندر آپس میں جو اختلاف ہوا ہے یہ محض تعبیر میں ہے جو اختلاف لفظی ہے یا زائد از زائد ایک معمولی نظریہ کا اختلاف ہے جس پر متضاد احکام و نتائج کو مرتب نہیں کیا جاسکتا مگر جو مختلف مظالم حنفیہ پر ڈھائے گئے۔ منجملہ ان مظالم کے ایک بہت بڑا ظلم حنفیہ پر یہ کیا گیا کہ

62 فضل الباری، ص ۲٤۸

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

محض اس تعبیر کی وجہ سے حنفیہ اور امام ابو حنیفہ کو مرجئہ کی فہرست میں گن لیا گیا اگر محض تعبیر کو دیکھ کر حنیفہ کو زمرئہ مرجئہ میں شمار کیا جاسکے جیسا کہ ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ محدثین معتزلہ وخوارج میں شمار نہیں ہوتے۔ اپنی بات جب آتی ہے تب تشریح اور تعبیر سب کچھ معتبر ہے کہ ہماری مراد وہ نہیں جو معتزلہ وخوارج کی مراد ہے، مگر جب امام ابو حنیفہ کی باری آتی ہے تو تمام تفصیلات و تشریحات حرام ہو جاتی ہیں، سب سے نظر کترا کر حکم لگادیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجئ ہیں، اس وقت مراد وغیرہ دیکھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ کوئی اس طرف تو جہ کرتا ہے "فَيَالَهَفَ نَفْسِيْ وَيَالَلَاَسَفِيْ عَلَى اَسَفِيْ" بعض لوگوں نے انصاف سے بالکل ہاتھ دھو کر کچھ ترحم کیا ہے چنانچہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی صاحب الملل والنحل اور ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ الایمان میں یہ بات کہی ہے کہ ایک ارجاء اس گمراہ فرقے کا ارجاء ہے جو فرقہ مرجئہ ہے اور یہ فرقہ گمراہ ہے اور ہلاکت کی بھٹی میں اترا ہوا ہے، دوسرا ارجاء اس گمراہ فرقے کے ارجاء جیسا نہیں ہے۔ بہر حال جو بھی ارجاء کے معنی واقسام بیان کرے ہم معاشر حنفیہ اس لقب کے پاس بھی نہیں جاتے تھے، خواہ کوئی بُرے معنی میں نہ لیتے ہوں، ہم تو ان باتوں کے باوجو د اس لقب پر راضی نہیں، ابن تیمیہ وغیرہ نے اس کی پوری توضیح نہیں کی، اس کے بعد شبیر احمد عثمانی صاحب اسے تفصیلاً کچھ یوں بیان کرتے ہیں[63]۔

ارجاء کے معنٰی ہیں مؤخر کرنا، پیچھے ڈال دینا، قرآن حکیم میں ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ[64] اور بعض لوگ ہیں کہ انکا معاملہ ڈھیل اور تاخیر میں ہے۔

یہ ان تین آدمیوں کا واقعہ ہے جو جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور حضور ﷺ کی واپسی پر کوئی عذر نہ تراشا اور قصور کا اعتراف کیا اس پر ارشاد فرمایا کہ ان کا معاملہ ڈھیل اور تاخیر میں ہے انتظار کریں خواہ اللہ ان کو سزا دے یا معاف کرے ۔مرجئہ کے معنی ہیں موخر کرنے والا، تو جو لوگ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہوں یعنی ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں مانتے لغتاً ان کو مرجئہ کہا جاسکتا ہے مگر تاخیر عمل کی دو صورتیں ہیں، مرجئہ جو کہ فرقہ ضالہ (گمراہ) ہے وہ تو عمل

63 ایضاً، ۲۴۹،۲۴۸۔
64 توبہ: ۱۰٤

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

کو ایسا مؤخر کرتے ہیں کہ بالکل ہی نظر انداز کر کے پرے پھینک دیتے ہیں، تمام دنیا کے کبائر کو ایمان کے ساتھ رائی برابر مضر نہیں سمجھتے، اور حنفیہ حاشا وکلاّ ایسا نہیں کرتے بلکہ فرق مراتب کرتے ہیں یعنی عمل کو تصدیق سے مؤخر کرتے ہیں جیسا کہ صفوں کی ترتیب کی احادیث میں عورتوں کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ ہے۔

اَخِّرُوا هُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَ هُنَّ اللّٰهُ۔ ان (عورتوں) کو پیچھے کر دو جس حیثیت سے اللہ نے پیچھے کیا ہے۔

اس تاخیر کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو بالکل مسجد سے نکال دو، بلکہ تاخیر سے مطلب یہ ہے کہ مخلوط نہ ہونے دو۔ ان کو بعد کے درجہ میں رکھو، اس طرح حنفیہ جو عمل کو مؤخّر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ عمل کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں جیسا کہ مرجئہ کرتے ہیں، بلکہ تصدیق کو اول درجہ میں رکھتے ہیں اور عمل کو درجہ دوم میں رکھتے ہیں ،ماہیت ایمان کا جزء اصلی نہیں مانتے، اور ایسا تو محدثین کرتے ہیں، تصدیق کو جزء اصلی قرار دیتے ہیں اور عمل کو جزء اصلی قرار نہیں دیتے تو حنفیہ کا کیا قصور ہوا۔ مگر جب انصاف کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے تو پھر محاسن بھی متبدل بعیوب ہو جاتے ہیں مگر ابن تیمیہ حنفیہ پر ایک شکایت ضرور کرتے ہیں کہ وہ مرجیہ کی تعبیر سے احتیاط کیوں نہیں کرتے ۔ لیکن ہم کو بھی ان سے ایک شکایت ہوسکتی ہے کہ آپ خوارج کی تعبیر سے احتراز کیوں نہیں کرتے ابن تیمیہ نے ایک نکتہ یہ بھی لکھا ہے کہ عمل کو خارج ماننے سے عمل کی بے وقعتی ہوتی ہے جس سے لوگوں میں تساہل کا اندیشہ ہے ہم بھی ان سے کہتے ہیں کہ عمل کو رکن ایمان ماننے سے بظاہر لوگوں کو مایوس بنانا ہے، یاس و دلیری دونوں مذموم ہیں ۔ فَمَالَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ پھر ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حنفیہ کے قول سے بظاہر مرجیہ کی تائید وہمت افزائی ہوتی ہے، تو کیا حنفیہ نہیں کہہ سکتے کہ محدثین کا مسلک زینہ بنتا ہے۔ لوگوں کے فرقۂ خوارج میں داخل ہونے کے لئے، کیا فتنہ خوارج کچھ کم ہے فتنہ مرجئہ سے؟

فتنہ خوارج مرجیہ سے بدرجہا خطرناک ہے۔[65]

---

[65] ایضاً، ۲۴۹

فتنہ ءخوارج کی شدت: ان خوارج ہی نے تو مسلمانوں کے اندر خون کے دریا بہائے اس لئے کہ یہ لوگ تو تارک عمل کو کافر مباح الدم (جس کا خون جائز ہو) جانتے ہیں۔ اس عقیدہ کے تحت میں آکر لاکھوں مسلمانوں کو زیر تیغ کردیا۔ اسلام میں سب سے پہلا فتنہ یہی خوارج ہی کا فتنہ ہے۔ انہوں نے حروراء مقام کا دارالھجرۃ نام رکھ کر وہاں باقاعدہ مرکز قائم کیا اور باقاعدہ مسلمانوں سے لڑائی کی، پچیس حدیثیں جن میں سے کم از کم دس حدیثیں بہت ہی صحیح ہیں ان کے متعلق پیش گوئی میں وارد ہوئی ہیں، اس شد و مد سے پشینگوئی کسی فرقہ کے متعلق وارد نہیں ہوئی۔ حضور ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو "لَا قُتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ" عاد و ثمود کی طرح انہیں قتل کروں اور ان کے رئیس کے متعلق جو جو علامات حضور ﷺ نے بیان فرمائی تھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں جب جنگ ہوئی تو مقتولین کی لاشوں کے نیچے سے اس کی لاش نکالی گئی۔ حضرت علی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا استیصال کیا۔ یہ فرقہ حضرت علی کے زمانہ ہی میں تحکیم ابو موسیٰ و عمرو بن العاص کے موقع پر اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کہہ کر نکلا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر اللہ کو حکم بنانا جائز نہیں۔ حالانکہ خود قرآن میں فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَماً مِّنْ اَهْلِهَا[66] آیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ فتنہ خوارج فتنہ مرجئہ سے کچھ کم نہیں ہے بلکہ اشد ہے چنانچہ خود ابن تیمیہ نے رسالہ الفرقان میں لکھا ہے کہ ان فرقوں میں فرقہ مرجئہ کی بدعت سب سے اخف (کم درجہ) ہے الغرض محدثین کے لئے خوارج جیسے اشد ترین فرقہ کا زینہ بنتے ہوئے یہ زیبا نہیں ہے کہ حنفیہ پر یہ تشنیع کریں کہ حنفیہ مرجئہ کے لئے زینہ بنے ہیں۔[67]

ابن تیمیہ کے اشکال کا جواب:۔ ابن تیمیہ نے اخیر میں ایک بات یہ کہی کہ صحابہ اور سینکڑوں تابعین وجملہ سلف سے یہ تعبیر منقول چلی آرہی ہے کہ "اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ" تو محدثین نے سلف کی تعبیر کو اختیار کیا ہے۔ پھر حنفیہ نے اس کے خلاف تعبیر کیوں اختیار کی، اور سلف کی تعبیر سے عدول کیوں کیا، جب حکم میں اختلاف نہیں کرتے تو تعبیر میں بھی اختلاف نہیں کرنا چاہیے، لہٰذا ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حنفیہ کا قول عقیدے کی بدعت میں سے تو نہیں ہے مگر

---

66 النساء : ۳۵

67 مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی (م ۱۷۹) الموطا، الطبعہ: اولی، ۱٤۲۵، ۲۰۰٤، الناشر مؤسسۃ،

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

بدعت اقوال میں سے ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ میں اتنی بات ابن تیمیہ سے کہتا ہوں کہ پھر تمام ائمہ نے جو کچھ مسائل صوم و صلوۃ میں معین کئے ہیں مثلاً اتنا فرض ہے کہ جس کو نہ کرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اتنا واجب ہے جس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ اتنے سنن و مستجاب ہیں، نیز محدثین کی جو کچھ اصطلاحات ہیں کہ حدیث ایک صحیح ہے ایک حسن ہے ایک ضعیف ہے بلکہ تمام اصول فقہ و حدیث کی اصطلاحات اور فقہی حد بندیاں سب کی سب بدعتِ اقوال ہیں، کیونکہ حضور ﷺ اور صحابہ سے یہ اصطلاحات اور فقہی حد بندیاں بھی منقول نہیں۔ ہاں بعد میں علماء نے آسانی کی غرض سے ضرورت زمانہ کو پیش نظر رکھ کر ان سب اصطلاحات و تحدیدات کو نکالا ہے۔ ایسا ہی اگر ابو حنیفہ نے ضرورت زمانہ کو محسوس کر کے اجزاء ایمان میں تحلیل و تحدید کی کہ بعض جز تو اصل ہیں اور بعض متعلقات، ملحقات اور فروع ہیں تو کیا نقصان ہوا حکم میں تو آپ بھی متحد مانتے ہیں اور اگر آپ کو خواہ مخواہ اسی میں حظ آتا ہو کہ اسے بدع الاقوال ہی کہیں تو بہت اچھا ہم بھی فاروق اعظم کے قول سے صبر جمیل اختیار کریں گے کہ "نِعْمَةِ البِدْ عَةُ هٰذِہ"[68]

"ایمان اور عمل" کے باہمی تعلق کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل کا خلاصہ:

ولما کان الایمان له شعب متعددة۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وکل شعبة منها تسمیٰ ایمانا۔ فالصلاة من الایمان ۔[69]

یعنی جب ایمان اصل ہے۔ اور اس کے لئے بہت سے شعبے ہیں۔ اور ہر ایک شعبہ کو ایمان کہا جاتا ہے۔

پس نماز ایمان میں سے ہے اسی طرح زکوۃ، حج، روزہ، اور اعمالِ باطنہ مثلاً حیاء، توکل، اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیئت، انابت الی اللہ یہاں تک کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی ایمان کے شعبے میں سے ہے۔ اور یہ ایسے شعبے ہیں کہ ان میں سے بعض کے زوال سے ایمان بھی زائل ہوتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے زوال سے ایمان زائل نہیں

---

[68] ابوذھبی۔ الامارات۔ ۲:۱۵۸، حدیث: ۳۷۸

[69] العثمانی: شبیر احمد، فتح الملھم شرح صحیح مسلم، دار القلم دمشق، س ن، ج 1، ص 36-38

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

ہوتا۔اور ان کے درمیان بھی بہت سے شعبے ہیں جو بعض شعبہ شہادت کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں اور بعض اس کے اقرب ہیں جبکہ بعض (راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے) کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں اور بعض اسکے اقرب ہیں۔اسی طرح کفر بھی ذو اصل اور بہت سے شعبوں والا ہے پس کفر کے شعبے کفر ہے۔جیسے حیاء ایمان کا شعبہ ہے اور قلۃ الحیاء کفر کے شعبوں میں سے ہے۔صدق ،ایمان کے شعبوں میں سے ہے۔اور کذب کفر کے شعبوں میں سے ہے۔نماز، روزہ،زکوۃ،حج ایمان کے شعبوں میں سے ہے۔اور اسکا ترک کُفر کے شعبوں میں سے ہے۔بما انزل اللہ پر فیصلہ کرنا ایمان میں سے ہے۔اور بغیر ما انزل اللہ پر فیصلہ کرنا کفر کے شعبوں میں سے ہے۔المختصر معاصی تمام کفر کے شعبوں میں سے ہے۔جیسے تمام طاعات ایمان کے شعبوں میں سے ہیں۔

ایمان کے شعبوں کی دو قسمیں ہیں۔1:۔قولی 2:۔فعلی

اسی طرح کفر کے بھی دو انواع ہیں۔1:۔قولی 2:۔فعلی

شعبہ ایمان کی قولی قسم ایک ایسا شعبہ ہے۔جس کے زوال سے ایمان بھی زائل ہو جاتا ہے۔اسی طرح فعلی شعبہ (عمل) کے زوال سے بھی ایمان زائل ہوتا ہے۔

قولی کفر یہ ہے۔کہ کلمہ کفر زبان پر اختیاراً اور قصداً جاری کرنے سے کفر لازم آتا ہے یہ بھی کفر کا ایک شعبہ ہے۔اسی طرح فعلی شعبۂ کفر سے بھی کفر لازم آتا ہے۔مثلاًبت کے لئے سجدہ کرنا،قرآن پاک کی اہانت کرنا۔پس یہ ایک اصل ہے۔

یہاں پر ایک اور اصل بھی ہے۔اور وہ یہ ہے۔کہ ایمان کی حقیقت "قول اور عمل "سے مرکب ہے,اور قول کی دو قسمیں ہیں۔

1۔**قول القلب** یعنی دل کا قول اور وہ اعتقاد ہے۔

2۔**قول اللسان** یعنی زبان کا قول۔اور وہ ہے کلمہ اسلام پر تکلم کرنا۔

عمل کی بھی دو قسمیں ہیں

1۔عمل القلب یعنی دل کا عمل اور وہ نیت ہے اور اسکا اخلاص

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 4, No. 1 || January-June 2025 || P. 62-99

2۔ عمل الجوارح یعنی اعضاء وجوارح کے اعمال۔

پس اگر یہ چار زائل ہو گئے۔ تو ایمان بھی زائل ہو گا۔ اور جب دل کا تصدیق زائل ہو جائے۔ تو باقی اجزاء بھی کوئی نفع نہیں دیتے۔ کیونکہ دل کی تصدیق اس کے اعتقاد میں بھی شرط ہے۔ اور یہ نافع بھی ہے۔ اور جب دل کا عمل مع اعتقاد الصدق زائل ہو جائے تو یہ موضع اختلاف ہے۔ اہلِ مرجیئہ اور اہلِ سنت کے درمیان۔

اہلِ سنّت کا ایمان کے زوال پر اتفاق ہے۔ اور یہ تصدیق نفع نہیں دیتا۔ جب قلب کا عمل منتفی ہو۔ اور وہ ہے اس کا دِل میں محبت رکھنا اور ان کے لئے سر تسلیم خم کرنا۔ جیسے نفع نہیں دیا، ابلیس کو، فرعون اور اس کی قوم کو، یہود اور مشرکین کو، جو اپنے رسول کے صدق کا اعتقاد بھی رکھتے تھے بلکہ اس پر سراً اور جہراً اقرار بھی کرتے تھے۔ اور کہتے بھی تھے کہ "لیس بکاذب" یعنی یہ پیغمبر جھوٹا نہیں۔ لیکن ہم نہ اس کا اتباع کرتے ہیں اور نہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جب ایمان عمل القلب کے زوال سے زائل ہوتا ہے۔ تو یہ مستنکر نہیں کہ اعظم اعمال الجوارح کے زوال سے زائل ہو جائے ۔ خصوصاً جب یہ محبت القلب کے عدم کو ملزوم ہو۔ اور اس انقیاد کو جو ملزوم ہے عدم تصدیق الجازم کو جیسا کہ پہلے اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

کیونکہ عدم طاعت الجوارح سے لازم آتا ہے عدم طاعت القلب کیونکہ اگر قلب نے اطاعت کیا۔ اور جوارح نے اطاعت کے لئے انقیاد کیا۔ اور اس کے عدم اطاعت اور عدم انقیاد سے لازم آتا ہے عدم تصدیق جو مستلزم ہے اطاعت کو اور یہی حقیقتِ ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان صرف تصدیق نہیں جیسے پہلے گزرا۔ بلکہ یہ تصدیق ہے جو مستلزم ہو طاعت اور انقیاد کو۔ اسی طرح ہدایت صرف حق کی پہچان اور اس کی وضاحت نہیں، بلکہ یہ وہ معرفت ہے جو مستلزم ہے اس کی اتباع کو اور اسکے موجب پر عمل کرنے کو۔ اگر کسی نے صرف پہلی والی بات کو ہدایت کہا تو یہ وہ ہدایت تام نہیں ہو گا جو ہدایت کا موجب ہو جیسے تصدیق کے اعتقاد کو تصدیق کہا گیا ہے لیکن یہ وہ تصدیق نہیں ہے جو مستلزم ہے ایمان کو۔ پس تیرے اوپر لازم ہے کہ تو اس اصل کی طرف رجوع کرے اور اسکی رعایت کرے۔

نتیجہ بحث: ایمان اور عمل کے باہمی تعلق کو دیکھتے ہوئے اور انسان کی سعادت میں ان دونوں کے کردار کی طرف توجہ کرتے ہوئے انسان کی سعادتمندانہ حیات کو ایک درخت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ اس طرح کہ خداوند عالم کی

وحدانیت اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور اسکے پیغامات اور روز قیامت وغیرہ پر ایمان رکھنا، گویا اس درخت کی جڑ کو تشکیل دیتا ہے اور ایمان کے لوازمات پر عمل کرنے کا فیصلہ اس کے تنہ کی حیثیت رکھتا ہے، کہ جو بغیر کسی واسطہ کے جڑ سے اُگتا ہے اور وہ شائستہ اور مناسب اعمال کہ جو ریشہ ایمان سے مترشح ہوتے ہیں اس کی شاخ و برگ کی طرح ہیں، اور ابدی سعادت اس درخت کا پھل ہے اگر جڑ کا وجود نہ ہو، تو تنہ اور شاخ و برگ وجود میں نہیں آسکتے، اور میوہ بھی نہیں آسکتا، لیکن ہرگز ایسا نہیں ہے کہ جڑ کے وجود سے مناسب شاخ و برگ اور بہترین پھلوں کا ہونا لازم ہے بلکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے، درخت فضا اور زمین کی ناسازگاری اور مختلف آفتوں کی وجہ سے مرجھا جاتے ہیں اور اس میں منا سب شاخ و برگ نہیں اُگ پاتے اسی صورت میں وہ درخت نہ صرف یہ کہ خاطر خواہ پھل نہیں دیتا بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور بہت ممکن ہے اس درخت کی شاخ یا تنہ یا اسکی جڑوں میں قلم (پیوند) لگائی جائے ان سے دوسرے آثار ظاہر ہو ں اور ممکن ہے اتفاقاً وہ پیوند (قلم) کسی دوسرے درخت میں تبدیل ہو جائے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایمان کفر میں تبدیل ہو جائے. حاصل کلام یہ ہے کہ ایمان کو ایسے امور کے ذریعہ یاد کیا گیا ہے جو سعادتِ انسانی کا اصلی سبب ہے لیکن اس سبب کا اثر اعمال صالحہ کے ذریعہ لازم غذاؤں کے مکمل جذب ہو جانے پر مشروط (موقوف) ہے اور گناہوں سے پرہیز کے ذریعہ اس کے نقصان دہ امور کو دور کرنے اور آفتوں کو ختم کرنے پر موقوف ہے اور واجبات کا ترک کرنا اور محرمات کا ارتکاب کرنا ایمان کی جڑوں کو کمزور بناتا ہے اور کبھی کبھی ایمان کے درخت کو خشک کر دیتا ہے جس طر ح غلط عقائد کے پیوند، اس کی حقیقت میں تبدیلی کا باعث بن جاتے ہیں۔

اللّٰھم ربّنا اِھدنا الصّراط المستقیم آمین

This work is licensed under a Creative Commons attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)